روزنامہ

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

ہفتہ 10 مئی 2014ء 10 رجب 1435 ہجری 10 ہجرت 1393 ہش جلد 64-99 نمبر 106

اپنے رب کی تسبیح کرو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو اس سورۃ میں آیت فسبح......یعنی اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے بخشش مانگو۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے، کے جواب میں یہ دعا پڑھتے۔ سبحانک......یعنی اے ہمارے رب! پاک ہے تو اپنی حمد کے ساتھ، اے اللہ مجھے بخش دے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ اذا جاء نصراللّٰہ حدیث نمبر 4585)

اخلاق عالیہ رفقاء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 26 مارچ 2010ء میں فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی فرماتے ہیں کہ جب میرا بڑا لڑکا عزیزم میاں اقبال احمد سلّمہٗ ابھی بچہ ہی تھا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں اور میری اہلیہ اور عزیز موصوف سیدنا حضرت مسیح موعود کے گھر میں مقیم ہیں اور اس وقت مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ میری اہلیہ حضرت اقدس کی لڑکی ہے اور عزیز موصوف حضور کا نواسہ ہے۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ مَیں اور میرا یہ لڑکا سیدنا حضرت مسیح موعود کے پاؤں دبا رہے ہیں کہ حضور مجھے دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں (پنجابی میں فرمایا کہ) ''جا تینوں کوئی لوڑ نہ رئے''۔ یہ پنجابی زبان کا ایک فقرہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تیری سب حاجتیں (خواہشیں) پوری کرے۔ (تجھے کسی قسم کی حاجت نہ رہے)۔ اس خواب کے بعد (مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ) واقعی آج تک خدا تعالیٰ میری ہر ایک ضرورت کو مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبْ پورا فرما رہا ہے۔ جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا وہاں وہاں سے میری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں اور میرے گھر والے اور میرے پاس رہنے والے اکثر لوگ اس روحانی بشارت کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔..........

(ماخوذ از حیات قدسی حصہ دوم صفحہ 138 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنی کتاب ''مجدد اعظم'' میں لکھتے ہیں کہ:

سید غلام حسین صاحب نے اپنا ایک واقعہ الحکم 28/مئی و 7/جون 1939ء میں شائع کیا۔ مَیں اس کا خلاصہ یہاں اپنے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ واقعہ یوں ہے کہ غالباً 1898ء کا ذکر ہے کہ سید غلام حسین صاحب قادیان میں تھے اور دل سے متمنی تھے کہ حضرت اقدس کوئی خدمت ان کے سپرد کریں تو وہ خوشی سے بجا لائیں۔ آخر ایسا ہوا کہ ڈاک دیکھتے دیکھتے حضرت اقدس نے سید صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ''یہ ایک بلٹی ہے آپ بٹالہ سے جا کر لے آئیں''۔ ساتھ ہی بلٹی ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ ''ابھی ٹھہریئے''۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے اور پانچ روپے لا کر سید صاحب کو دیئے کہ یہ رستہ اور بلٹی کے اخراجات کے لئے ہیں۔ اُن دنوں قادیان میں یکّے ایک دو ہی ہوا کرتے تھے اور وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ سید صاحب اس وقت 15 سالہ نوجوان تھے۔ جوشِ خدمت میں پیدل ہی چل پڑے۔ بٹالہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ پارسل آیا ہوا ہے۔ رات وہیں سرائے میں رہے۔ صبح پارسل چھڑانے گئے تو معلوم ہوا کہ پارسل کا محصول جو ہے وہ بھی بھیجنے والے نے ادا کر دیا ہے۔ پارسل لے کر واپس ہوئے تو یکہ والے کرایہ زیادہ مانگنے لگے۔ انہوں نے کفایت شعاری کی وجہ سے ایک مزدور سے چار آنے کی اجرت ٹھہرائی اور ٹوکری اس کی بہنگی میں رکھ دی اور خود پیدل چل پڑے۔ قادیان پہنچ کر حضرت کے عطا کردہ پانچ روپے میں سے چار آنے تو اس مزدور کو دیئے اور باقی پونے پانچ روپے جیب میں رکھ لئے۔ یہ ٹوکری ہاتھ میں لی۔ (بیت) مبارک کی سیڑھیوں سے چڑھ کر زنان خانہ کے دروازے پر پہنچے اور اندر اطلاع کروائی۔ حضرت اقدس فوراً باہر تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ آ گئے؟ ٹوکری دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ ٹھہریں۔ اندر سے جا کر ایک بڑا سا چاقو لے آئے اور اس ٹوکری کے اوپر جو ٹاٹ سِلا ہوا تھا اس کو چاقو سے ایک طرف سے کاٹ کر اپنے دونوں ہاتھ ٹاٹ کے اندر داخل کر کے باہر نکالتے ہی فرمایا کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔ انہوں نے دیکھا تو وہ بڑے اعلیٰ قسم کے سبزی مائل انگور تھے۔ انہوں نے جلدی میں وہ انگور اپنے کُرتے میں ہی ڈلوا لئے۔ اس کے بعد انہوں نے وہ پونے پانچ روپے (پانچ روپے کی اس وقت بڑی قیمت ہوتی تھی) حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور یہ بقایا رقم ہے۔ صرف چار آنے خرچ ہوئے ہیں۔ اس پر حضرت صاحب نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ ''ہم اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے''۔ اتنا فرمایا اور ٹوکری اٹھا کر اندر تشریف لے گئے۔ (اور لکھنے والے لکھتے ہیں کہ) انگور ان کے کُرتے میں اور پونے پانچ روپے ان کے ہاتھ میں رہ گئے۔

(ماخوذ از مجدد اعظم جلد سوم صفحہ 1275 از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مطبوعہ لاہور)

(الحکم جلد 42 شمارہ نمبر 18-15 مورخہ 7 جون 1939ء ص 23)

(بحوالہ: الفضل 11 مئی 2010ء)

حیات طیبہ کے طلبگار

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے! اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے، تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور اس مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 370)

احباب اپنے مخلص اور ذہین بچوں کو وقف کرنے اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کیلئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

(وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ)

سچائی کی روح

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آ کر کوئی توپیں اور مشین گنیں ایجاد نہیں کی تھیں، بینک جاری نہیں کئے تھے یا صنعت وحرفت کی مشینیں ایجاد نہیں کی تھیں۔ پھر وہ کیا چیز تھی جو آپ نے دنیا کو دی اور جس کی حفاظت آپ کے ماننے والوں کے ذمہ تھی۔ وہ سچائی کی روح اور اخلاقِ فاضلہ تھے۔ یہ پہلے مفقود تھی۔ آپ نے پہلے اُسے کمایا اور پھر یہ خزانہ دنیا کو دیا۔ اور صحابہ اور اُن کی اولادوں اور پھر اُن کی اولادوں کے ذمہ یہی کام تھا کہ ان چیزوں کی حفاظت کریں۔

(روزنامہ الفضل 25 جنوری 2014ء)

(مرسلہ: نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ بسلسلہ تعمیل فیصلہ جات شوریٰ 2014ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ نکاح

(فرمودہ 22/ اگست 2012ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 22 اگست 2012ء بروز بدھ بیت فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں چند نکاحوں کا اعلان کروں گا ان میں سے دو نکاح واقفینِ زندگی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح اور شادی کے بارہ میں جو ہدایات فرمائی ہیں یا جن ہدایات کو آنحضرتؐ نے خاص طور پر نکاح شادی کے موقعہ کے لئے چنا ہے ان میں تقویٰ سب سے پہلی چیز ہے۔ اگر تقویٰ ہو اور ہر انسان اپنے ہر قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی محبت دل میں رکھتے ہوئے، اس کی رضا چاہتے ہوئے انجام دینے کی کوشش کرے تو دنیا میں بہت سے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ شادی بیاہ کے معاملے بھی ایسے ہیں جہاں بہت سے مسائل سے نئے قائم ہونے والے رشتوں کو واسطہ پڑتا ہے۔ اگر دل میں تقویٰ ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوں تو یہ مسائل خود بخود حل ہوجاتے ہیں۔ جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور جو ہدایات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں ان میں ایک ہدایت قولِ سدید کی ہے کہ ایسا سچ بولو جو صاف ستھرا ہو، کوئی اینچ پیچ نہ ہو۔ صرف سچ نہیں بلکہ ایسی سیدھی اور کھری بات جو بڑی واضح ہو اور جس کا کوئی اور مطلب نہ لیا جاسکے اور اسی سے پھر نئے قائم ہونے والے رشتوں میں آپس میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور یہ اعتماد ہے، لڑکے اور لڑکی دونوں کا ایک دوسرے پر اعتماد جو پھر آئندہ زندگی میں رشتے نبھانے اور اعلیٰ رنگ میں نبھانے کا ذریعہ بنتا ہے اور پھر یہی نہیں جو نئے رشتے قائم ہو رہے ہیں ان خاندانوں کا بھی آپس میں اعتماد ہونا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: آج جو رشتے قائم ہو رہے ہیں ان میں سے بعض میں تو پہلے بھی آپس میں عزیز داریاں اور رشتہ داریاں ہیں اور بعض رشتے جو قائم ہو رہے ہیں وہ بالکل مختلف خاندان کے ہیں اور ایسے رشتوں میں ایک دوسرے کے بارہ میں زیادہ علم بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر تقویٰ مدنظر ہوگا، سچائی پر قائم ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت کے حصول کے لئے کوشش ہوگی تو یہ دنیاوی رشتے بھی پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بن جاتے ہیں۔ پس اس سوچ کے ساتھ ہر نئے قائم ہونے والے رشتہ کو، لڑکے اور لڑکی کو اور ان کے خاندانوں کو ان رشتوں کو آگے بڑھانا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: جن چار نکاحوں کا میں اعلان کروں گا اللہ کرے کہ یہ نئے قائم ہونے والے رشتے ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوں۔ اگر رشتے قائم ہوں، اچھے ہوں تو یہ صرف ان خاندانوں کی خوشی نہیں ہوتی بلکہ جہاں وہ لڑکے اور لڑکی کے لئے خوشی کا باعث بنتے ہیں، وہاں خاندانوں کے لئے خوشی کا باعث بنتے ہیں، جماعت کے لئے خوشی کا باعث بنتے ہیں کیونکہ اگر اچھے رشتے قائم نہ ہوں، صحیح طرز پر نہ چلنے والے ہوں، مسائل پیدا کرنے والے ہوں تو جماعت کے لئے بھی بعض دفعہ تکلیف کا موجب بنتے ہیں اور پھر صرف جماعت کے لئے نہیں بلکہ خلیفہ وقت کے لئے بھی تکلیف کا موجب بنتے ہیں۔ بعض لوگوں کی اصلاح کے لئے پھر بڑا وقت لگانا پڑتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ رشتے جو قائم ہو رہے ہیں ہر لحاظ سے بابرکت ہوں اور کامیاب ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پہلا نکاح جس کا میں اعلان کروں گا وہ عزیزہ رابعہ ملک بنت مکرم عبد الغفور ملک صاحب کا ہے جو عزیزم عبدالقدوس عارف طالب علم جامعہ احمدیہ کے ساتھ چار ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔ دلہن کے وکیل اس کے نانا ملک عبدالحلیم صاحب یہاں موجود ہیں۔ ان دونوں خاندانوں میں پہلے ہی آپس میں عزیز داری ہے۔ لڑکا اور لڑکی آپس میں خالہ زاد ہیں۔

دوسرا نکاح عزیزہ قرۃ العین بنت مکرم مبشر احمد صاحب بھٹی لاہور کا عزیزم اسامہ شمیم احمد جو جامعہ احمدیہ ربوہ کے طالبعلم ہیں اور شمیم پرویز صاحب نائب وکیل وقف نو کے بیٹے ہیں، کے ساتھ ایک لاکھ روپے حق مہر پر طے پایا ہے۔ لڑکا اور لڑکی کے ولی دونوں یہاں موجود نہیں اس لئے وکیل مقرر ہوئے ہیں۔ دلہن کے وکیل مکرم حنیف محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد پاکستان ہیں اور دلہا کے وکیل مکرم مبارک احمد صاحب ظفر ہیں۔ حضور انور نے مکرم حنیف محمود صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ لڑکی آپ کی بھانجی ہے؟ مکرم حنیف محمود صاحب نے اثبات میں جواب عرض کیا۔

حضور انور نے فرمایا: تیسرا نکاح عزیزہ ماریہ زبیر بنت مکرم ملک زبیر احمد صاحب مرحوم اٹلی کا عزیزم چوہدری ظہیر احمد ابن مکرم چوہدری منیر احمد صاحب سویڈن کے ساتھ ایک لاکھ سویڈش کرونر پر طے پایا ہے۔ دلہن کے ولی ان کے بھائی عزیزم ملک اوصاف احمد ہیں۔

اور چوتھا نکاح عزیزہ عائشہ بتول منان بنت مکرم میاں مقصود منان صاحب یوکے کا عزیزم عطاء القدوس متین ابن مکرم عبدالمتین صاحب کے ساتھ دس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے چاروں نکاحوں کے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا، رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارک باد دی۔

(مرتبہ: مکرم ظہیر احمد خان صاحب مربی سلسلہ)

☆............☆............☆

غزل

سنا ہے اس کو جو دیکھیں تو مر کے دیکھتے ہیں
وہ کوئی بت ہے جسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے ایسے میں کوئی فلک سے آتا ہے
فساد دنیا میں جب بحر و بر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے چمکا ہے ایسے وہ چودھویں کا چاند
ستارے چاند کو اب بن سنور کے دیکھتے ہیں

سنا ہے شہد کی مکھی کو بھی وحی آئی
وہ بولتا ہے تو ہم بات کر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے مانگتے ہیں مر کے مانگنے والے
دعا میں موت ہے لازم تو مر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے تیغ سے تیکھا وہ پل صراط بھی ہے
ہے ساتھ مرشد کامل گزر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے ان کو فرشتے اٹھانے دوڑتے ہیں
گرا کے آنسو کہیں چشم تر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اس کے سوال و جواب کی مجلس
فرشتے بام فلک سے اتر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے ایم ٹی اے اک چینلوں میں چینل ہے
اکٹھے بیٹھ کے افراد گھر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے بھیڑوں کو جا ڈھونڈا ابن آدم نے
سری نگر میں نشاں اس سفر کے دیکھتے ہیں

ابن آدم

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ ....مطبع: ضیاء الاسلام پریس ....مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 5 روپے

حضرت حافظ روشن علی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود

محبوب استاد کا ذکر خیر چند شاگردوں کی زبان سے

مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب کی طبیعت میں بڑی ہی بے تکلفی اور سادگی تھی ۔ میں کالج میں پڑھتا تھا۔ بعض اوقات جب مجھے علم ہو جاتا کہ آپ لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں تو میں درخواست کرتا کہ آپ میرے پاس قیام فرمائیں ۔ آپ ازراہ شفقت و احسان اس ذرّہ بے مقدار کی ایسی درخواست قبول فرمالیا کرتے۔اس سے ہوسٹل کے مکینوں کو جو فائدہ پہنچتا اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس زمانے میں جبی فی اللہ محترم ملک غلام فرید صاحب،محترم صوفی محمد ابراہیم صاحب،حضرت شیخ یوسف علی صاحب ، جبی فی اللہ محترم مرزا عبدالحق صاحب،جبی فی اللہ اخویم شیخ محمد احمد صاحب مظہر، محترم ڈاکٹر شیخ سردار علی صاحب ،محترم صوفی غلام محمد صاحب ، حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب اور حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب اور محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب وغیر ہم ہوسٹل میں قیام پذیر تھے۔ آپ کی آمد سے ایک عجب مجلس لگتی اور حضرت حافظ صاحب کے منہ سے علوم و معارف کے پھول جھڑتے۔ظاہر ہے کہ طالب علموں کے پاس انہیں ظاہری راحت و آرام کیا مل سکتا تھا صرف اور صرف محبت و شفقت و نوازش تھی کہ اپنے مقام سے یکسر بے نیاز ہوکر آپ ہم جیسوں میں آ کر ٹھہر جاتے۔

حضرت حافظ صاحب کی مصروفیات کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ یوسف علی صاحب اور اس عاجز نے درخواست کی کہ ہمیں سبع معلقات پڑھائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ صبح کی نماز سے لے کر عشاء کے بعد تک میرا یہ پروگرام ہے،صرف نماز تہجد اور فجر کے درمیان کچھ وقت مجھے فارغ ملتا ہے اگر اس وقت آپ کو میں پڑھانے کو تیار ہوں ۔اس کے سوا ایک لمحہ بھی فارغ نہیں ۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت حافظ صاحب مجھ پر شفقت فرماتے ہیں اگر کوئی وقت فارغ ہوتا تو آپ انکار نہ فرماتے لیکن ارشاد فرمودہ وقت پر جا کر حضرت کو تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق ہے اس لئے ہم نے یہ تکلیف نہ دی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی خدمت میں درخواست کی جو آپ نے قبول فرمالی۔

حضرت حافظ صاحب معمولی سے تعلق کو بھی نہایت ہی محبت و وفاداری سے نبھاتے تھے۔ میں قانون کے امتحان میں فیل ہو گیا تھا اور مجھے اپنی مالی مشکلات کے پیش نظر حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ہاں چند مہینوں کے لئے بسلسلہ تعلیم نواب زادگان محمد احمد خان صاحب و مسعود احمد خان صاحب شیروانی کوٹ میں ملازمت کرنا پڑی تھی۔ حضرت حافظ صاحب کو حضرت نواب صاحب سے بہت دیرینہ تعلق تھا۔ آپ شیروانی کوٹ تشریف لائے تو میری سفارش بایں الفاظ فرمائی۔

''ساڈے منڈے دا خاص خیال رکھنا۔''

یعنی ہمارے لڑکے کا خاص خیال رکھیں۔

میں نے ایل ایل بی کا امتحان دیا تو ایک اور محترم دوست نے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تو جواب میں فرمایا کہ مجھے تو آجکل ایک ہی کی فکر لگی ہوئی ہے۔اور پھر اس عاجز کا نام لیا۔

(الفرقان دسمبر 1960ء صفحہ 38)

حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک بلند پایہ عالم اور زبردست ستون تھے۔آپ نے زندگی بھر خدمت دین کے بیشمار عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے جو تا قیامت زندہ رہیں گے۔ آپ کی زندگی کے سارے ہی اوقات دین کی خدمت کے لئے وقف تھے۔ میں جب مدرسہ احمدیہ میں چھوٹی جماعتوں میں تعلیم پا رہا تھا یہ نظارہ مجھے روزانہ نظر آتا کہ مدرسہ میں اگرچہ چھٹی ہو چکی ہے لیکن حضرت حافظ صاحب اپنے شاگردوں کو بٹھائے مسلسل درس میں مصروف ہیں۔ آپ کی اس مصروفیت کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا کہ آپ کو چھٹی کے نام سے چڑ ہے اور کام میں راحت محسوس فرماتے ہیں اور آپ کے پیش نظر ایک ہی نصب العین ہے کہ آپ کے شاگرد علم کے بلند مینار پر قائم ہوں اور آپ کی اس محنت اور توجہ اور طرز تعلیم کی خوش اسلوبی کے باعث میرے دل میں گدگدی پیدا ہوتی اور میں یہ تڑپ محسوس کرتا کہ جلد جلد میں بھی اس قابل ہو جاؤں کہ حضرت حافظ صاحب سے پڑھ سکوں۔افسوس جب میں مدرسہ احمدیہ سے فارغ ہوکر جامعہ میں پہنچا تو آپ اس وقت بیمار تھے اور پھر یہ بیماری آپ کے لئے پیغام اجل ثابت ہوئی اور دین کا یہ عاشق تمام جماعت کو محزون و مغموم چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جاملا۔

(الفرقان دسمبر 1960ء صفحہ 55)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب میرے ان اساتذہ میں سے تھے جنہیں حضرت خلیفہ اول نے عربی اور دینی تعلیم کے لئے متعین فرمایا تھا۔ وہ میرے استاد بھی تھے اور دوست بھی۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے لوگوں کا نمایاں امتیاز یہ تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت میں بے تکلف اور دوستانہ رنگ رکھتے تھے۔محبت سے اپنے شاگردوں کو اپنا گرویدہ بنالیتے اور جو بات ان کے منہ سے نکلتی ذہن اور دل میں اُتر جاتی اور اپنا اثر دیرپا چھوڑ دیتی ۔حضرت حافظ صاحب مجھے اور مرزا برکت علی صاحب کو صرف ونحو کی ایک مصری کتاب پڑھایا کرتے تھے۔ مجھے ان دنوں ان قواعد کے سیکھنے میں کوئی رغبت نہ تھی اور میں سمجھتا تھا کہ عربی زبان کا سیکھنا بہت مشکل ہے۔ایک دن انہوں نے بیت مبارک میں ایک صرفی یا نحوی مسئلہ اپنی طرف سے پورے طور پر واضح کیا۔ دوسرے دن جب ہمیں پوچھنے لگے تو میں نے الٹ پلٹ جواب دے دیا۔ وہ ہنسے اور کہنے لگے ''توہانوں عربی نہیں آون دی'' میں نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے مگر حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

حضرت خلیفہ اول نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ ''انگریزی کی تعلیم جتنی ہمیں ضرورت ہے آپ نے پڑھ لی ہے اب نور الدین کی شاگردی اختیار کریں۔جس راہ پر نور الدین چلائے گا وہ آپ کے لئے کامیابی کی راہ ہے۔'' اس ارشاد پر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ وہی راہ اختیار کی جائے گی۔جس کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب بھی ان اساتذہ میں سے تھے جنہیں حضرت خلیفہ اول نے مقرر فرمایا تھا۔ وہ مجھے منطق پڑھایا کرتے تھے۔عیسیٰ غوجی میں نے ان سے پڑھی مگر کیا پڑھی ، یہاں بھی میں صفر ہی تھا اور اسی کم مائیگی کی حالت میں تحصیل علم عربی کے لئے مصر کی طرف میرا سفر ہوا۔

جب 1919ء میں واپس آیا تو ترکی کے حصے بخرے کئے جا چکے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک رسالہ بعنوان ''ٹرکی کا مستقبل'' تحریر فرمایا۔ مجھے یہ رسالہ بہت ہی پسند آیا۔ میں نے چاہا کہ اس کی عربی ممالک میں اشاعت ہو۔چنانچہ میں نے اس کا قلم برداشتہ عربی میں ترجمہ کر دیا اور دوسرے دن جمعہ کے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو سنایا۔آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا حافظ صاحب کو بھی سنا دیں۔ دوسرے دن میں نے انہیں وہ رسالہ سنایا۔فرمانے لگے جزاکم اللہ میں نے کہا کوئی قابل اصلاح فقرہ۔فرمانے لگے۔نہیں،اس میں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے جواب دیا ہے کیونکہ میں بعض علماء کی تحریک پر حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس گیا تھا کہ اجازت ہو تو پتہ کیا جائے کہ شاہ صاحب عربی ممالک سے کیا کچھ پڑھ کر آئے ہیں ۔ چنانچہ اس کے بعد آپ سے بھی بات کی اور آپ نے بے رخی سے جواب دیا۔ کچھ کتابوں کا نام لیا۔لیکن میں سمجھ گیا کہ آپ نے اس سوال کو برا منایا ہے اور اب حضرت خلیفۃ المسیح مجھے جواب دے رہے ہیں۔ میں نے کہا میں آپ کا وہی شاگرد ہوں اور اب بھی اپنے آپ کو آپ کا شاگرد سمجھتا ہوں۔

حضرت حافظ روشن علی صاحب کا ایک میرا واسطہ شاگردی کا ہے اور دوسرا تعلق ان سے اس وقت پیدا ہوا جب میں ناظر دعوت الی اللہ تھا اور وہ بحیثیت استاد مربیان نظارت میں کام کرتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مکرم صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب اور بعض دیگر طلباء ان سے پڑھا کرتے تھے۔ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ ان جیسا اطاعت شعار اور احکام کی تعمیل کرنے والا میں نے بہت کم دیکھا ہے۔انہیں اس وقت ذرا احساس نہ ہوتا کہ ان کا شاگرد افسر ہے۔

حافظ صاحب نے جس محنت شاقہ سے درس و تدریس میں اپنی جوانی خرچ کی وہ ایسی یاد ہے کہ کبھی بھلائی نہیں جاسکتی۔

(الفرقان دسمبر 1960ء صفحہ 46)

مکرم حکیم عبداللطیف شاہد صاحب لکھتے ہیں۔

خاکسار نے حضرت حافظ روشن علی صاحب کو سب سے پہلے 1919ء کے ماہ مارچ میں منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دیکھا جس پر آپ کی تقریر سننے کا بھی اتفاق ہوا۔ دوبارہ پھر 1920ء میں آیا۔ تیسری بار 1921ء میں آیا اور پھر ایک عرصہ تک قادیان میں ٹھہرا۔ مجھے یاد ہے ایک دن میں نہایت غم و کرب کی حالت میں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے قادیان آنے کی غرض ، اپنے وطن گجرات اور دینی تعلیم کے خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کا دردمند دل کے ساتھ ذکر کیا جس پر آپ نے مجھے ازحد تسلی دی اور غالباً اسی دن یا دوسرے دن مدرسہ احمدیہ کی پانچویں جماعت میں میرے داخلہ نیز کتب نصاب کا انتظام فرمادیا۔

علاوہ ازیں آپ نے میرے لئے لباس کا بھی

انتظام فرمایا اور اپنا لباس جو شلوار، قمیص، شیروانی اور پگڑی پر مشتمل تھا مجھے پہنا دیا۔ جو بالکل نیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ آپ نے اپنے بھتیجے پیر عبدالعلی صاحب کے ذریعہ جو اس وقت آپ کے پاس رہ کر دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہ لباس مجھے بھجوایا اور فرمایا کہ اسے ابھی پہن لیں۔ وہ روز جمعہ کا تھا اور میں آپ کے عطا کردہ تمام سفید، اُجلے اور قیمتی کپڑوں کو پہن کر بیت اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا کرنے چلا گیا۔ آپ کی شفقت اب تک مجھے یاد ہے اور میں آپ کی ترقیٔ درجات کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہوں۔

آپ کی شاگردوں سے شفقت کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ ایک بار مولوی ظل الرحمٰن صاحب فاضل مربی بنگال نے آپ کے سامنے رو کر یہ درخواست کی۔ کہ میرے والد غیر احمدی ہیں ان کی ہدایت کے لئے دعا کریں۔ آپ نے اپنے شاگرد کی اس درخواست کو بڑی توجہ سے سنا اور پورے انہاک سے دعا کرنے کا وعدہ فرمایا اور مولوی صاحب کے والد جو دقیانوسی خیالات کے انسان تھے بہت جلد قادیان آ کر داخل سلسلہ ہو گئے۔ وہ مثنوی کے بڑے عالم تھے اور احمدیت سے پہلے بڑی خوش الحانی اور سوز کے ساتھ اسے پڑھا کرتے تھے اور بنگال میں اس کا درس دیا کرتے تھے۔

(الفرقان دسمبر 1960ء صفحہ 67)

مکرم مولوی محمد شاہزادہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دن پڑھاتے پڑھاتے فرمایا۔ ’’ہمیں تو اپنے شاگرد جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔‘‘

جب حضرت حافظ صاحب صحاح ستہ کے علاوہ موطا امام مالک کے اور منتقیٰ ابن تیمیہ بھی پڑھا چکے تو آپ نے کلاس کی پر تکلف دعوت کی اور اپنے دست مبارک سے لوٹا اٹھا کر ہمارے ہاتھ دھلائے جب میں لوٹا چھیننے لگا تو میرے ہاتھ کو ہٹا دیا اور خود یکے بعد دیگرے اپنے طلبہ کے ہاتھ دھلائے اور بڑے خوش تھے کہ ہم نے اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام پڑھایا۔ اللہ اللہ! کجا وہ محبت اور تعلق جو اساتذہ اور شاگرد تلامذہ کے مابین اب تو خواب کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

(الفرقان دسمبر 1960ء صفحہ 65)

مکرم نوابزادہ میاں عبدالرحیم خان صاحب بارایٹ لاتحریر کرتے ہیں۔

شاید 1904ء کا واقعہ ہے جب میری ابتدائی تعلیم ختم ہوئی۔ پیر منظور محمد صاحب نے قرآن شریف ختم کرایا اور ان کی رسمی رخصتی کے طور پر مجھے دھندلا سا خیال ہے کہ قادیان میں ہمارے نہایت ابتدائی کچے مکان میں چند دیگیں چڑھی ہوئی نظر آئیں اور کچھ سو روپے اور ایک دوشالہ پیر صاحب کو پیش کیا گیا۔ اس کے بعد ایک صاحب ٹھوڑی پر دو ایک بال، دبلے پتلے، موٹے سے کرتے اور دھوتی میں ملبوس آئے اور ہمیں یعنی میرے منجھلے بھائی عبداللہ خان اور مجھے بتلایا گیا کہ یہ حافظ صاحب ہیں اور ہمیں قرآن شریف حفظ کرائیں گے۔ پہلے دن ہمارے والد صاحب نے حافظ صاحب کو ہدایت دی کہ ان کو ہر روز ایک ایک آیت حفظ کرا دیا کریں۔ مجھے خوب یاد ہے والد صاحب نے ان الفاظ میں اپنے خیال کا اظہار فرمایا کہ قرآن شریف آنحضرت ﷺ پر 23 سال میں نازل ہوا ہے اس لئے میں بھی چاہتا ہوں کہ یہ بھی اگر اتنی مدت میں قرآن شریف حفظ کر لیں اس سے اولاً ایک سنت کی تکمیل ہوتی ہے دوسرے ان پر بے جا بار نہ پڑے گا۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ دینی و دنیوی تعلیم ایک ساتھ جاری رہے۔ تو والد کے اس خیال کے تحت میرا واسطہ تلمذ حافظ روشن علی صاحب سے قریباً 1920ء تک رہا۔ جب میں انگلینڈ بغرض تعلیم روانہ ہوا تو گو اس سے قبل میرے زمانہ کالج میں بھی وہ سلسلہ کسی قدر ٹوٹ چکا تھا۔ مگر موسم گرما کی تعطیلات میں حفظ کئے ہوئے حصۂ قرآن شریف کا دور ہوا کرتا تھا۔ بہرحال یہ کافی طویل عرصہ ہے جس میں مجھے حافظ صاحب کے ابتدائی حالات کے معلوم کرنے کا خود ان کی زبانی اور ان کے اخلاقی کردار کا چشم دید موقع ملا۔ آپ نے قرآن شریف حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی سے حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد بقیہ دینی علوم خلیفہ اول حضرت مولانا نورالدین صاحب سے حاصل کئے۔

حافظ صاحب تقریباً نابینا تھے۔ ایک آنکھ میں تو قطعی روشنی نہیں تھی۔ دوسری آنکھ بھی کچھ زیادہ بینا نہیں تھی۔ وہ راستہ دیکھ سکتے تھے، قریب سے شکل بھی بخوبی پہچان سکتے تھے مگر لکھنے پڑھنے سے عاری تھے۔ ہاں ان کی قوت حافظہ اس قدر محیر العقل تھی کہ قرآن شریف کے علاوہ احادیث یا جو کچھ بھی علوم انہوں نے حضرت مولانا کے روزانہ درس میں سنے وہ تقریباً تمام ان کو حفظ تھے۔ خطبہ الہامیہ شاید انہوں نے دوبار پڑھوا کر سنا یا ایک بار وہ تمام ان کو حفظ تھا۔ حضرت مولانا نور الدین کے ممتاز ترین شاگرد تھے۔ حضرت مولانا کا اس قدر ادب کیا کرتے تھے کہ جس طریق سے وہ ان کے روبرو بیٹھ جاتے پھر مجال ہے وہ کوئی حرکت کریں۔ اسی طرح سے مودبانہ بیٹھے رہا کرتے تھے۔

حافظ صاحب کو ہم حافظ جی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ مجھ سے ان کو خاص محبت تھی۔ شاید اس لئے کہ میں دوسرے بھائیوں سے چھوٹا تھا اور بہت عرصہ تک مجھ میں بچپن رہا۔

مجھے یاد ہے جو بات مجھے سمجھ میں نہیں آتی تھی وہ نہایت بے باکی سے میں ان سے دریافت کر لیا کرتا تھا جس کا مجھے بہت فائدہ میری مابعد زندگی میں ہوا۔ بہت زیادہ بچپن کے زمانہ میں حافظ صاحب کی گستاخی بھی کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے پڑھاتے پڑھاتے مجھے ہلکا سا مارا تو میں نے ان کے ہاتھ کو کاٹ لیا۔ ان کی جلد بہت نازک تھی ہاتھ سے خون بہنے لگا۔ ڈرانے کے طور پر شیخ عبدالرحیم صاحب جو ہمارے اُردو اور حساب وغیرہ کے ٹیوٹر تھے، جن کو ہم بھائی جی کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ان سے والد کے پاس شکایتی چٹھی لکھوایا کرتے تھے اور نہایت سنجیدگی اور کچھ غصہ کی جھلک ان کے چہرے پر ہوا کرتی تھی بڑے موٹے موٹے الفاظ خط میں لکھوایا کرتے تھے مگر مجھے یاد نہیں وہ شکایتی چٹھی کسی وقت بھی والد کو پہنچی ہو۔ ان کو جیب میں تو ڈالتے دیکھا مگر اس کا حشر کیا ہوا خدا کو ہی معلوم ہے۔ اغلباً وہ بعد میں پھاڑ دی جاتی ہو گی۔ ان کا غصہ ہرگز دیر پا نہیں ہوا کرتا تھا دوسرے دن پھر وہی محبت اور بے تکلفی۔

موسم سرما میں بالعموم میں ان کی لوئی کھینچ کر اپنے اوپر لے لیا کرتا اور وہ بے چارے اسی طرح سردی میں بیٹھے رہتے تھے۔ لیکن کبھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میری لوئی ادھر کرو مجھے سردی لگ رہی ہے۔

شہر کے اندر ہمارے پختہ مکان کے بیرونی دروازے کے قریب ایک دو کمرے تھے جن کے ارد گرد والد نے ایک کمپونڈ وال (Compound Wall) کھینچ دی تھی۔

اس میں وہ رہا کرتے تھے۔ بعض وقت ہم تینوں بھائی مصر ہوتے کہ ہم تو حافظ جی سے مولی بھرے پراٹھے کھائیں گے چنانچہ بلا چون و چرا وہ ہمارے کمروں سے جو آپ کے گھر سے چند ہی قدم پر تھے اٹھ کر جاتے اور چند منٹوں میں گرما گرم پراٹھے گھی سے نچڑتے ہوئے جیسا پکتے جاتے ان کی بیگم صاحبہ بھیجتی رہتیں۔ بچپن کی بھوک چار پانچ کھانے والے! میں سمجھتا ہوں جس کی تنخواہ صرف چند روپے ماہانہ ہو اور فیاضی کا یہ عالم کہ انہوں نے کبھی اپنی زبان سے نہیں فرمایا بس اب کافی آ چکے ہیں اور نہ بھیجو۔ ہم ہی ہاتھ اٹھا لیں تو بس ہو جاتی۔

چہرے پر وہ بشاشت اور خوشی جس سے انقباض کا شبہ تک پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ تنخواہ کے اضافہ کا کم و بیش ہر ایک نے مطالبہ کیا مگر حافظ صاحب نے مجھے یاد نہیں کبھی والد کو اضافہ تنخواہ کے لئے مجبور کیا ہو۔ مجھے یاد ہے ان کی تنخواہ ایک طویل عرصہ تک معمولی ماہانہ رہی مگر مابعد بڑھتے بڑھتے ان کی انتہائی تنخواہ نوے روپیہ ماہانہ تک رہی۔

حافظ صاحب شادی سے قبل بالکل دبلے پتلے مگر صحت مند انسان تھے لیکن شادی کے بعد وہ چند مہینوں میں ہی کافی فربہ اور تنومند بن گئے۔ ان کا مٹاپا آخر وقت تک رہا۔ بجز اس کے کہ آخری ایام میں انتقال سے قبل آپ کو پیچش کی تکلیف رہی جس کی کمزوری سے ان کے اعضاء کسی قدر بیکار ہو چکے تھے۔ چلتے پھرتے ضرور تھے مگر کسی قدر تکلیف سے آہستہ آہستہ چلا کرتے تھے۔ اس زمانے میں میں لاہور میں وکالت کا کام انجام دیتا تھا۔ جب کبھی قادیان آتا تو لازماً ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ آخری ایام میں دارالسلام کوٹھی کے ساتھ کے چھوٹے حصہ میں رہا کرتے تھے۔ مجھ سے انہوں نے اس بات کی بھی خواہش ظاہر کی کہ وہ لاہور آئیں گے اور اپنے لئے ہاتھ سے چلانے والی گاڑی خریدیں گے کیونکہ ان کی ٹانگوں میں قوت نہیں رہی تھی مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور انتقال فرما گئے۔

آپ نہایت بے نفس، ہمدرد، متقی، پرہیز گار شخص تھے۔ بجز قرآن شریف کی تلاوت اور درس قرآن و حدیث کوئی دوسرا ان کا شغل نہیں تھا۔ دنیا کی حرص یا طمع ان کو قطعی نہ تھی۔

1924ء میں جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہمراہ انگلینڈ آئے میں نے ان کو بہت غمزدہ اور رنجیدہ پایا۔ چنانچہ ان کا دل بہلانے کے لئے میں آپ کو اپنے ساتھ لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ انگلینڈ میں وہ میرے ساتھ بہت زیادہ مانوس ہو گئے تھے۔ مجھ سے ایک مرتبہ اچھی خاصی تمہید کے بعد انہوں نے تین پاؤنڈ مانگے۔ ابھی انہوں نے تمہید ختم نہ کی تھی، میں سمجھ گیا کہ ان کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ وہ میرے استاد تھے، ان کے ہاتھوں میں میں بچے سے پل کر جوان ہوا اور اتنا لمبا عرصہ تعلق رہا مگر اپنے بچے سے مانگنا ان پر بہت شاق گزر رہا تھا۔ بہرحال میں نے ان کی بات کاٹ کر ان سے دریافت کیا آپ کو کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ انہوں نے تین پاؤنڈ مانگے۔ خوش قسمتی سے میرے پاس وہ رقم موجود تھی میں نے ان کی خدمت میں پیش کر دی۔ اپنی تمام عمر میں میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو ایک حقیر سی امداد سے اتنا بے انتہا مشکور ہوتا ہو۔ ان کے چہرے اور رویہ اور بات چیت سے تشکر کے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔

جس زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی انگلینڈ تشریف لائے ویمبلے کی نمائش ہو رہی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے ساتھیوں کو اجازت دی کہ یہ سب حافظ صاحب کی قیادت میں دیکھ آئیں۔ حافظ صاحب نے مجھے بلایا اور کہا ’’میاں‘‘، ہم سب نئے ناواقف لوگ ہیں تم ہمارے ساتھ چلو اور ہماری رہنمائی کرو۔ میں ان کے ارشاد پر ان سب کے ہمراہ چل دیا۔ مگر ابھی تھوڑی دور نہ گئے تھے کہ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے مجھ سے پوچھا بس سے چلیں گے یا انڈر گراؤنڈ سے۔ میں نے کہا قافلہ کافی بڑا ہے ممکن ہے بس میں جگہ نہ ملے، اس کے علاوہ وقت کافی گزر چکا ہے جلد ہی پہنچنا چاہئے لہٰذا انڈر گراؤنڈ سے جانا ہی مناسب ہے۔ حافظ صاحب نے میری تائید فرمائی اور فرمایا جو خالد کا ارادہ ہے اس کے مطابق ہی عمل ہو گا مگر عبدالرحمٰن صاحب بضد رہے جس کا نتیجہ ہوا کہ عبدالرحمٰن صاحب تنہا گئے اور سب قافلہ حافظ صاحب کی قیادت میں میری تجویز کے مطابق پہلے پہنچا۔ چنانچہ گیارہ بجے پہنچ کر شام تک ہم وہاں ہی پھرتے

رہے۔ کھانا، چائے وغیرہ ہم سب نے وہاں ہی کھایا۔

حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے، لوگ شرعی احکام کی سپرٹ پر غور نہیں کرتے۔ لفظی جھگڑوں میں پڑ کر بیکار وقت ضائع کرتے ہیں جو کبھی سودمند نہیں ہوتا۔ مجھے ایک مرتبہ حافظ صاحب نے فرمایا مجھے وقت معلوم کرنے کے لئے سخت دقت ہوتی ہے میرے پاس اس زمانے میں تین چار گھڑیاں تھیں۔ بچپن کا زمانہ تھا، اچھی بری کی کوئی پرکھ نہیں تھی۔ ایک گھڑی نہایت قیمتی زنجیر بھی تین لڑی موٹی۔ بہت پرانے زمانے کی۔ پیچھے سے علیحدہ کنجی سے چابی دی جاتی تھی وہ میرے تایا باقر علی خان صاحب کی تھی جو میرے والد نے مجھے دے دی تھی وہ میں نے حافظ صاحب کو عاریتاً دے دی۔ حافظ صاحب اس گھڑی کو تقریباً سال ڈیڑھ سال تک لگاتے رہے۔

ایک مرتبہ عید کے روز میں نے بنارسی پگڑی جس کے حاشیوں اور پلوں پر کافی وزنی طلائی کام ہوا تھا ان کو پہنا دی۔ چنانچہ انہوں نے بخوشی اسے قبول کیا۔ عید پڑھ کر وہ اسی طرح سے والد کو ملنے آئے۔ اسماعیل الٰہ بخش کا بیٹا جو ہمارے خاندانی ملازموں میں سے ہے وہ بھی میرا ہم عمر تھا۔ اس نے حافظ صاحب کو غیر معمولی طور سے ملبوس دیکھا اس نے صرف دیکھنے کے لئے پگڑی کے پلے کو ہاتھ لگایا۔ حافظ صاحب کسی قدر ڈھیلی پگڑی باندھتے تھے وہ اچانک گر گئی۔ میرے والد حافظ صاحب کی بے حد عزت و تکریم کرتے تھے انہوں نے اسماعیل کی اس حرکت کو بہت برا منایا۔ میں نے والد کا اس قدر شدت کا غصہ بہت کم دیکھا تھا۔ لیکن حافظ صاحب نے والد صاحب کا غصہ دُور کرنے کے لئے فرمایا یہ بچہ ہے اس نے دانستہ ایسی حرکت نہیں کی۔ یہ تو محض پگڑی کو دیکھ رہا تھا اتفاقاً پگڑی گر گئی۔

حافظ صاحب کی مالی حالت کسی وقت بھی اچھی نہیں تھی مگر ان کا دل غنی تھا۔ نہایت قانع شخص تھے۔ میں نے کبھی ان سے غربت کی شکایت نہیں سنی۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ تونگر ہوتے ہوئے بھی بلاوجہ مالی حالت کی نسبت شاکی رہتے ہیں۔ حافظ صاحب باوجود غربت جہاں کہیں بھی سفر پر جاتے اپنے ساتھ دو شاگرد ضرور رکھتے۔ جہاں آپ قیام رکھتے وہاں ان کے شاگرد بھی رہتے۔ کھانا ان کے ہمراہ کھاتے۔ بعض اساتذہ اپنے ایسے شاگردوں کے ساتھ ''اوئے توئے'' بولتے مگر حافظ صاحب ان کا پورا نام لیتے۔ اس کے علاوہ اپنی توفیق کے مطابق ان کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ میں نے کبھی ان غریب شاگردوں سے اپنا نجی کام لیتے انہیں نہیں دیکھا۔

آپ میں زندگی تھی۔ بسا اوقات سیر کو جب ہم جاتے تو بھاگ بھی لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے آپ شادی کے بعد کافی موٹے ہو چکے تھے۔ مگر اس کے باوجود بہت تیزی سے بھاگا کرتے تھے۔ ہم بھائیوں میں میاں عبدالرحمٰن خان تیز بھاگنے والوں میں سے تھے لیکن حافظ صاحب بھاگنے میں ان کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے۔

آپ کی آواز بہت سریلی اور درد بھری تھی۔ قرآن شریف نہایت سوز سے پڑھا کرتے تھے۔ ہمیں نماز پڑھانے میں کسی قدر سختی بھی کیا کرتے تھے۔ علی الصبح موسم سرما میں نماز پڑھنے کے لئے جگایا کرتے تھے اور بہت اصرار سے جگایا کرتے تھے۔

مجھے اس اظہار میں شرم نہیں کہ اس وقت بہت برا معلوم دیتا تھا مگر یہ آپ کی مہربانی ہے کہ بیسیوں سال گزر گئے آج تک میری عادت بن چکی ہے میں چارپائی پر پانچ بجے کے بعد کبھی نہیں رہا۔ خدا کے فضل اور مہربانی سے ان کا ہی احسان ہے جو میں اپنی تریسٹھ 63 سالہ عمر میں بہت اچھی صحت کا مالک ہوں۔ شاید میری شکل سے بڑھاپا ظاہر ہوتا ہو جو طبعی امر ہے لیکن میری امنگیں ویسے ہی جوان ہیں۔

بہرحال حافظ صاحب کا وجود نہایت قیمتی تھا۔ افسوس ایسی ہستیاں ہم سے جدا ہوگئیں جو ہستیاں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اپنے لئے زندہ نہیں رہے بلکہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ مخلوق کی خدمت کے لئے وقف تھا ربوہ اور قادیان میں جتنے بھی قابل قدر علماء موجود ہیں ان میں سے شاید کوئی ہی ہوگا جو ان کے علم و فضل سے مستفید نہ ہوا ہوگا۔ صبح و شام، دوپہر، ہر وقت ان کا درس روزانہ ہوا کرتا تھا۔ غرضیکہ وہ چشمہ تھے اور دنیا آ آ کر اپنی پیاس اور تشنگی بجھاتی۔ ان کی عمر صرف 48 سالہ تھی جب وہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ میری سمجھ میں انہوں نے خدمت خلق میں اس قدر جانفشانی سے کام لیا کہ ان کی صحت خراب ہوگئی اور ان کی زندگی نے وفا نہ کی۔

(الفرقان دسمبر 1960ء صفحہ 11)

مرسلہ: مکرم ثاقب احمد صاحب

میراتھن ریس کا آغاز ایک بہادر یونانی کی دوڑ سے ہوا

میراتھن (Marathon) یونان میں ایک چھوٹا سا میدان ہے جو صرف پانچ میل لمبا اور دو میل چوڑا ہے۔ اس کے ایک طرف سمندر ہے اور باقی تین پہلوؤں کو پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔

490 ق م کے موسم بہار میں اسی مقام پر ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ جس میں ایرانیوں نے تعداد میں چھ گنا ہونے کے باوجود شکست کھائی۔

جب ایران کے شہنشاہ دارا کی فتوحات کا سکہ ایشیا میں رواں ہو چکا تو اس نے یونان کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا جو اس زمانے میں اوج شہرت پر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ایک سپہ سالار کو چھ سو جہازوں کا بیڑا چالیس ہزار سے ساٹھ ہزار تک سوار اور بے شمار پیادہ فوج دے کر یونان بھیجا۔ ایرانی جہاز میراتھن میں لنگر انداز ہوئے۔ جہاں سے ایتھنز تک دو راستے جاتے تھے اور فاصلہ 24 میل سے زیادہ نہ تھا۔ جو یونانی فوج مقابلے میں آئی وہ دس ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ایرانی میراتھن کے میدان میں خیمہ زن ہوئے اور یونانی پہاڑوں پر راستہ روکے بیٹھے تھے۔ ایرانی سپہ سالار نے چند روز تک کوئی حرکت نہ کی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کی سوار فوج کو پہاڑی راستے طے کرکے ایتھنز پہنچنا مشکل ہوگیا۔ تو بیس ہزار سپاہ کو میراتھن میں چھوڑا اور باقی کو جہازوں پر سوار کرا کے ایک اور بندرگاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جو ایتھنز سے بہت قریب تھی۔

اب یونانیوں نے فیصلہ کرلیا کہ ایرانیوں پر ہلّہ بول دینا چاہئے۔ یونانی سپہ سالار ملٹیاڈیز (Miltiades) نے لڑائی کا جو منصوبہ تیار کیا اس سے بعدازاں بڑے بڑے سپہ سالار کام لیتے رہے۔ یونانیوں کے پاس بڑی بڑی ڈھالیں اور لمبے لمبے نیزے تھے۔ ملٹیاڈیز نے دائیں اور بائیں بازو کو خوب مضبوط کرلیا اور قلب کو کمزور رکھا۔ لڑائی شروع ہوئی تو ایرانیوں نے قلب ہی پر حملہ کیا جو پیچھے ہٹا اور ایرانی آگے بڑھے۔ اس اثناء میں یونانی فوج کے بازوؤں نے پوری ایرانی فوج کو نرغے میں لے لیا اور قتل عام شروع کردیا۔ چھ ہزار چار سو ایرانی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر جہازوں پر سوار ہوگئے۔ اب یونانی تیزی سے کوچ کرتے ہوئے ایتھنز کے سامنے پہنچ گئے۔ تاکہ ایرانیوں کے نئے حملے کی روک تھام کرسکیں۔ ایرانی سپہ سالار نے یہ مستعدی دیکھی تو لنگر اٹھائے بغیر واپس چلا گیا۔ دس سال میں مزید تیاری کرکے پھر ایک بیڑا یونان آیا۔ جس نے سلامس کی جنگ میں یونانیوں سے شکست کھائی۔

ایک چھوٹے سے ملک کا بہت بڑی سلطنت کے مقابلے میں یوں کامیابی حاصل کرنا بجائے خود ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ لیکن میراتھن کے ساتھ بعض نہایت ولولہ انگیز یادیں وابستہ ہیں۔ جنگ میراتھن میں ایرانیوں کی شکست کے بعد ایک یونانی بہادر ایتھنز کی طرف دوڑا اور کسی مقام پر دم لئے بغیر شہر کے دروازے تک پہنچ گیا۔ وہ بیچارہ لڑائی میں حصہ لینے کے باعث تھکان سے چور ہورہا تھا۔ اس پر چوبیس میل کا پہاڑی راستہ دوڑ کے طے کیا۔ آخر طاقت جواب دے گئی۔ اپنے اہل وطن کو صرف یہ پیغام پہنچا سکا کہ ''جشن مناؤ، ہمیں فتح ہوئی'' اس کے بعد گرا اور دم توڑ دیا۔

یونانیوں نے اولمپکس کھیلوں میں اس بہادر یونانی کی دوڑ کو بھی شامل کرلیا۔ چنانچہ جب ان کھیلوں کا انتظام ہوتا تو لمبی دوڑ کا مقابلہ بھی کیا جاتا تھا۔ جسے ''میراتھن'' کی دوڑ کہا کرتے تھے۔ 1896ء میں اولمپکس کھیل ازسرنو شروع ہوئے تو اس دوڑ کا بھی انتظام کیا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اس دوڑ میں ایک یونانی کسان ہی سب سے اول رہا۔ اس نے یہ لمبی دوڑ دو گھنٹے 55 منٹ اور 20 سیکنڈ میں پوری کی۔

(ماخوذ از سو تاریخی واقعات)

بقیہ از صفحہ 6 خوراک کا ضیاع

کھانے کی کمی قدرت کی طرف سے نہیں بلکہ یہ ہم انسانوں کی حماقتوں کی دین ہے۔ لہٰذا ہم ہی صورتحال کو بہتر بھی بنا سکتے ہیں۔

اس ضمن میں ماہرین کا کہنا ہے۔

(1) کھانا کم مقدار میں تیار کیا جائے۔

(2) بطور گھریلو صارفین اشیاء کی خریداری فہرست بنا کر منصوبہ بندی کے تحت کی جائے۔ بے دھڑک اور بغیر سوچے سمجھے خریدی ہوئی اشیاء کے ضائع ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

(3) کھانوں کو محفوظ رکھنے کی بابت صحیح معلومات ضروری ہیں۔ تاکہ بچا ہوا کھانا بعد میں بھی کھانے کے قابل رہے۔

(4) ایک خریدیں، ایک مفت حاصل کریں، کے چکر سے اپنے کو آزاد کریں۔ ضرورت سے زیادہ اشیاء کا ٹھکانا کوڑا بنتا ہے۔

(5) کھانا کھاتے وقت نہ صرف اپنی غذا کی مقدار دیکھیں بلکہ اپنی پلیٹ صاف کرکے اٹھیں۔ اپنے بچوں کو بھی اس کی تربیت دیں۔

(6) اشیاء کی خریداری سے پہلے اپنے فریج اور سینٹری کو بھی دیکھیں۔

(7) دعوتوں میں کھانوں کی تعداد محدود رکھیں۔ ضرورت سے زیادہ کے کھانے ضیاع کا سبب بنتے ہیں۔

(8) بچا ہوا کھانا پالتو جانوروں کو کھلایا جائے۔

(9) کھانے کی چکنائی اور گریس سے صابن بنایا جا سکتا ہے۔

تیل بائیو ڈیزل گاڑیوں یا گریس کاروں میں استعمال ہوسکتا ہے۔ افسوس کہ اس جدید دور میں بھی بھوک کی افزائش کے ساتھ فربہی اور اس سے متعلق بیماریوں کا سلسلہ جاری ہے۔ کھانے کے ضیاع کے ساتھ انسانی جانوں کا بھوک کے سبب تلف ہو جانا ایک المیہ ہے، جس کا تدارک ہم مشترکہ تدبیروں اور کوششوں کے ذریعے کرسکتے ہیں۔

(سنڈے میگزین ایکسپریس مورخہ 3/اکتوبر 2010ء)

☆......☆......☆......☆

Nas
3461

خوراک کا ضیاع اور بھوک کا بحران

دنیا میں قدرت نے حیات انسانی کی شکم سیری کیلئے وافر غذا کا انتظام کیا ہے

لگتا یوں ہے کہ جدید ٹیکنالوجی سے لیس یہ دنیا آج ایسے ہی دو انتہائی مختلف دھڑوں میں منقسم ہے۔ایک وہ طبقہ جو بھوک سے بدحال سسک سسک کر جی رہا ہے اور دوسرا وہ جو کہ اپنی دنیا میں مگن عیش وعشرت اور کھانے کے ضیاع کے جرم کا مسلسل مرتکب ہورہا ہے۔

باوجود اس حقیقت کے کہ دنیا میں قدرت نے حیات انسانی کی شکم سیری کے لئے وافر غذا کا انتظام کیا ہے، غربت اور بھوک کی افزائش میں مسلسل اضافے کی وجہ سے ہمیں سنگین غذائی بحران کا سامنا ہے۔بھوک غربت کی کوکھ سے پروان چڑھتی ہے اور کتنی ہی انسانی جانوں کو لقمہ اجل بنا دیتی ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ بھوک اور کھانے کا بے دریغ اسراف ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔اگر دنیا بھر میں ٹنوں کے حساب سے کھانا ضائع ہونے سے بچایا جائے اور غذائی پیداوار کی منصفانہ تقسیم ہو تو بھوک سے وابستہ جرائم بھی نہ ہوں اور دنیا صلح و آشتی کی جگہ بن جائے۔تاہم یہ بات ذرا گہری ہے اور سیاسی دنگل کے ہاتھیوں کو نہیں بھاتی اور نہ ہی وہ اسے سمجھنا چاہتے ہیں۔بلکہ وہ تو اس بحرانی کیفیت کو جاری رکھنے میں سنجیدہ ہیں۔ان خودسر بے مہار ہاتھیوں اور حالیہ غذائی بحران سے نمٹنے کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ بھوک، غربت، معاشی ناانصافی اور کھانے کے ضیاع کی کڑیوں کو جوڑ کر معاملہ کو نہ صرف سمجھا جائے بلکہ ممکنہ حل بھی تلاش کیا جائے۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق اس وقت دنیا میں 7ارب افراد بستے ہیں، جن میں سے 1.02 ارب ہر شب بھوک کی چادر اوڑھ کر سونے پر مجبور ہیں۔ حالانکہ دیکھا جائے تو موجودہ غذائی پیداوار بارہ ارب افراد کو غذائیت سے بھرپور کھانا فراہم کرسکتی ہے، لیکن بدقسمتی سے غربت کے ہاتھوں یہ کھانا انسانوں کا پیٹ بھرنے کے بجائے کوڑے کا ڈھیر بن رہا ہے۔حالیہ غذائی بحران، جو دوسری جنگ عظیم کے بعد دوسرا بڑا بحران ہے، کو ورلڈ فوڈ پروگرام کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر جوزف شیران نے ''خاموش سونامی'' سے تعبیر کیا ہے کہ جس نے دنیا کے ساٹھ غریب ممالک کو لپیٹ میں لے کر کم ازکم ایک ارب افراد کو متاثر کر رکھا ہے۔ یونیسیف کے مطابق ناقص غذا اور بھوک کے باعث ہر روز پچیس ہزار افراد لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

ایک طرف دنیا کی کثیر آبادی 3.6 سیکنڈ کے وقفے سے ایک انسانی جان کو قربان کر رہی ہے، دوسری طرف 1.2 ارب افراد کھانے کی زیادتی کے سبب مٹاپے اور اس سے وابستہ بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔ایک جانب بھوک اور غربت کے سبب جنگیں اور فساد برپا ہے، تو دوسری طرف ٹنوں کے حساب سے کھانا بغیر چھوئے پھینکا جارہا ہے۔یہ تمام تر صورت حال افسوسناک بلکہ مجرمانہ ہے اور اس کا محاسبہ ضروری ہے۔

ویسے تو ترقیاتی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ہی ممالک میں گھریلو اور صنعتی ہر دو پیمانے پر کھانا پھینکا جاتا ہے، لیکن بطور خاص برطانیہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکا کا ذکر ضروری ہے، کیونکہ ان ممالک میں بے دریغ اسراف ہورہا ہے۔

برطانیہ میں 67لاکھ ٹن سالانہ کی شرح سے کھانا ضائع ہوتا ہے، جس کی قیمت ایک سو دو لاکھ پونڈ کے لگ بھگ ہے۔اس طرح اوسطاً ایک برطانوی گھرانے میں 250-400 پونڈ سالانہ کی رقم کوڑے کی نذر ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سپر مارکیٹوں، ریسٹورنٹس اور کیفے ٹیریاز میں بھی بے حساب کھانا پھینکا جاتا ہے۔

ایک محتاط سرکاری سروے کے مطابق امریکا میں ہر سال 350ارب پونڈ کھانا مہیا ہوتا ہے، جس میں سے 100 ارب پونڈ، بشمول تازہ سبزیاں پھل، دودھ اور اناج، ضائع ہو جاتا ہے۔محض امریکی ریستورانوں ہی میں 6000 ٹن کھانا روزانہ پھینک دیا جاتا ہے اب ذرا ترقی پذیر ممالک پر بھی نظر ڈالیں۔ ہندوستان کی منسٹری آف فوڈ پروسیسنگ کے مطابق 580ارب روپے کی لاگت کی کھانے کی مصنوعات سالانہ ضائع ہو جاتی ہیں، جس کی وجہ سے نہ صرف اشیاء کی مانگ میں اضافہ اور مصنوعی قلت پیدا ہوتی ہے، بلکہ داموں میں گرانی بھی ہوجاتی ہے۔ یہ وہی ہندوستان ہے کہ جو سوئٹزرلینڈ کو سالانہ اس کی ملکی ضرورت کا 80 فیصد گیہوں فراہم کرتا ہے جبکہ بھارت میں رہنے والے کروڑوں افراد گوداموں میں غلہ ہونے کے باوجود ناکافی غذا اور بھوک کا شکار ہیں۔

امریکا میں چیزوں کی بہتات کی ''ثقافت'' ہے۔اس Throw Away سوسائٹی کے نرالے ڈھنگ ہیں۔ جہاں چیزوں کی بہتات نے جلدی جلدی چیزیں بدلنے یا پھینک دینے کے رجحان کو فروغ دیا ہے جس کا مظاہرہ دعوتوں اور تقریبات میں کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ عادت محض خالص امریکنوں پر موقوف نہیں بلکہ یہاں بسنے والی دوسری اقوام بھی اس رجحان کی عادی ہوچکی ہیں، جن میں جنوب مشرقی ایشیا کے مہاجر افراد بھی شامل ہیں۔ ڈھولکی، شادی، میلاد اور مجلس جیسی تقریبات میں بے دریغ ضیاع کو دیکھ کر خوف سے جھرجھری سی آ جاتی ہے۔افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یہ وہی تارک الوطن خاندان ہیں جو اپنے ممالک کی سیاسی شوریدہ سری اور غربت سے مجبور ہو کر امریکہ آن بسے۔ یہ لوگ ہم وطنوں کی غربت کو بھول کر اپنی دعوتوں کو دس سے بیس قسم کے رنگوں کے کھانوں سے سجاتے ہیں۔ چاہے اس کا انجام مہمانوں کے پیٹ کے بجائے کوڑے کا ڈھیر بن جائے۔

اس اسراف کی وجہ سے مجموعی کھانے کا 40 فیصد ضائع ہوجاتا ہے، یعنی یہ 100 ارب ڈالر سالانہ یا چار افراد کے کنبے کی سالانہ 600 ڈالرز کی کمائی کا ضیاع ہوتا ہے۔ بچے اپنے بڑوں سے عادات اپناتے ہیں، جو پھر قوم کا خاصہ بن جاتی ہیں۔ یہ ''ضیاع'' کی ثقافت ہی تو ہے کہ جس کی وجہ سے سکول میں بچے 25 فیصد کھانا کوڑے کے ڈھیر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح نیشنل سکول لنچ پروگرام کے تحت خرچ ہونے والے دو ارب ڈالر ذرا سی دیر میں کوڑے کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ملک میں 40 فیصد سے زیادہ ضائع ہونے والا کھانا 1974ء کے مقابلے میں 50 فیصد زیادہ ہے۔اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کتنی تیزی سے امریکا میں نسلوں کی عادات بدل رہی ہیں۔ یہ بات زیادہ پرانی نہیں کہ گھروں میں بچوں کو والدین کھانے کی پلیٹ صاف کر کے اٹھنے پر زور دیتے تھے آج کی موجودہ نسل بغیر کسی شرم ولحاظ کے کھانے کو ضرورت سے زیادہ لے کر کوڑے دان میں ڈال دیتی ہے۔

امریکا میں کھانے کے ''ضیاع'' کے کلچر سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ یہاں بھوک کی فصل کاشت نہیں ہوتی۔ حقیقت میں امریکا میں بھوک ''خاموش وبا'' کی صورت میں موجود ہے۔ جس کا چرچا نہیں ہوتا۔ ''فیڈنگ امریکا نیٹ ورک'' کے 2010ء کے تحت ہونے والے سروے کے مطابق امریکا میں 4 کروڑ افراد کو غربت کے سبب بھوک کا سامنا ہے، جن میں 1.7 کروڑ بچے اور 50 لاکھ بوڑھے شامل ہیں۔ ایک تخمینے کے مطابق امریکا میں 3.54 کروڑ افراد غربت کی متعین شرح کی نچلی سطح پر ہیں۔ پچھلے سال 3.7 کروڑ افراد نے ''ایمرجنسی فوڈ اسسٹنس'' کے لئے فوڈ بینکوں سے رابطہ کیا۔

اس وقت دنیا سکڑ کر ''عالمی گاؤں'' کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ دنیا کے ایک گوشے میں ہونے والی تبدیلی کا اثر براہ راست یا بالواسطہ طور پر دوسرے گوشے پر ضرور ہوتا ہے۔ عالمگیر سطح پر تمام ممالک غذائی اشیاء مشترکہ غیر ملکی منڈی سے خرید رہے ہیں۔ امیر ممالک اپنی قوت خرید کے سبب ضرورت سے زیادہ خریداری کرتے ہیں، جس کے سبب منٹوں کے حساب سے اشیاء ضائع بھی ہوتی ہیں (مثلاً امریکا میں 40 فیصد سے بھی زیادہ) اس طرح کثیر مقدار میں کھانے کا منڈی سے غائب ہوجانا دراصل غریب اقوام کے منہ سے نوالہ چھیننے کے مترادف ہے، کیونکہ وہ مہنگائی کے سبب کھانے کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ دنیا کے 1.5 ارب افراد ایک ڈالر یومیہ سے بھی کم کماتے ہیں۔

امیر ممالک کے غذا کے ضرورت سے زیادہ غذائی اشیاء خریدنے اور ان کے بے دریغ ضیاع نے عالمی منڈی میں کھانے کی فراہمی میں قلت، اور دام میں شدید گرانی پیدا کر دی ہے، مثلاً 2000ء سے اب تک گیہوں کے دام تین گنا ہوگئے ہیں مکئی کے دگنے، چاول اور تیل کی بڑھتی قیمتوں سے عالمی منڈی میں بے چینی کی فضا ہے۔ یونائیٹڈ نیشنز فوڈ اینڈ ایگری کلچر آرگنائزیشن کے مطابق مارچ 2007ء سے مارچ 2008ء تک یعنی محض ایک سال میں کھانے کے داموں میں 571 فیصد اضافہ ہوا۔ ورلڈ بینک نے اندازہ لگایا ہے کہ اس صورتحال کی وجہ سے مزید 10 کروڑ افراد غربت کی لکیر سے نیچے چلے گئے ہیں۔

نوبیل انعام یافتہ ماہر اقتصادیات امرتاسین نے قحط بنگال کو اپنی کیس سٹڈی بناتے ہوئے غذائی بحران کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ قحط بنگال میں (1942-45ء) تین سال کے عرصے میں 30 لاکھ افراد اس وقت موت کے منہ میں دھکیلے گئے کہ جب بنگال کی سنہری معیشت اپنے بام پر تھی۔ قحط کے دوران دیہات میں غذائی اشیاء کے دام آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے اور غریبوں کے لئے روٹی خریدنا ناممکن ہوگیا تھا، حالانکہ کہ ٹنوں کے حساب سے غلہ ملک سے باہر زیادہ داموں کے عوض فروخت ہو رہا تھا۔ اس زمانے میں ہندوستان پر انگریزوں کا راج تھا۔ غریبوں کی آہ وبکا حکمرانوں کی سماعتوں کو چونکا نہ سکی۔ امرتاسین کا کہنا ہے کہ اگر حکومتیں صحیح معنوں میں جمہوری ہوں تو وہ عوام کی بنیادی صحت اور تعلیم کو سماجی ہدف بناتی ہیں اور عوام کو درپیش مسائل سے نبرد آزمائی کی ذمہ داری بھی لیتی ہیں، ایسے میں غذائی قلت قحط نہیں بن پاتی، جبکہ غیر جمہوری حکومتوں میں حالات برعکس ہوتے ہیں، جیسا کہ بنگال میں ہوا۔

نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ڈائیبٹیز، ڈائجسٹیو اینڈ کڈنی ڈیزیز کی 2009ء کی رپورٹ کے مطابق ہر سال امریکا کے چوتھائی پانی اور تین سوملین بیرل سے بھی زیادہ تیل پر مشتمل کھانے، کا آخری ٹھکانا ''لینڈ فل'' (وہ جگہ جہاں کوڑا جمع ہوتا ہے) ہے۔ اس طرح کھانے کے ضیاع کا مطلب توانائی اور وسائل (تیل اور پیسے) کا بے جا اسراف ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اجناس کو اُگانے میں کھاد، جراثیم کش ادویات، کھیتوں سے منڈیوں اور پھر صنعتی پیمانے پر خوراک کی تیاری کا خرچہ الگ۔

لینڈ فل میں پڑی غذا، جس میں سے زیادہ تر (60 فیصد) غیر استعمال شدہ ہوتی ہے، سڑنے کی صورت میں متھین جیسی گیس کے اخراج کا سبب بنتی ہے، جو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے مقابلے میں 23 گنا زیادہ زہریلی گیس ہے۔ اس طرح کھانے کا ضیاع نہ صرف غربت بلکہ فضائی اور ماحولیاتی آلودگی (گرین ہاؤس اثرات) کا سبب بن کر ہماری آئندہ نسلوں کو پانی کے قحط اور زہریلی فضا کا ''زہریلا'' ورثہ بھی دے رہا ہے۔

باقی صفحہ 5 پر

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

مکرم خلیل احمد چودھری صاحب مربی ضلع خوشاب تحریر کرتے ہیں۔

شایان حمید ولد مکرم عبدالحمید صاحب محلّہ آھیرانوالہ خوشاب نے قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کرلیا ہے۔ مورخہ 2 مئی 2014ء کو خوشاب میں تقریب آمین کا پروگرام کیا گیا۔ تلاوت کے بعد خاکسار نے اس سے قرآن کریم کے کچھ حصے سنے اور دعا کرائی۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نافع الناس وجود بنائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم خلیل احمد صاحب صدر جماعت چوک داتا زید کا ضلع سیالکوٹ تحریر کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ چوک داتا زید کا ضلع سیالکوٹ کے مخلص احمدی مکرم ساجد مقصود حارث صاحب مورخہ 2 مئی 2014ء کو بعمر 41 سال حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم کے والد مکرم ملک منیر احمد اعوان صاحب نے خلافت ثالثہ کے دور میں فتح والی ضلع سیالکوٹ سے احمدیت قبول کی۔ مرحوم موصی تھے اور 17 سال کی عمر میں نظام وصیت سے منسلک ہو گئے۔ مورخہ 2 مئی بعد نماز جمعہ چوک داتا زید کا میں مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب نائب ناظر مال آمد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ موصی ہونے کی وجہ سے ان کی میت ربوہ لائی گئی بعد نماز عشاء بیت المبارک میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب نے دعا کروائی۔ مرحوم نیک، پابند صوم وصلوٰۃ، سلسلہ کی غیرت رکھنے والے، خلافت احمدیہ سے وفا کا تعلق رکھنے والے، اپنوں اور غیروں میں ہر دلعزیز، ملنسار مہمان نواز، خوف خدا رکھنے والے اور غریب پرور شخص تھے۔ واقفین زندگی اور مرکزی عہدیداران کی مہمان نوازی کو سعادت سمجھتے تھے۔ آپ کو صدر جماعت چوک داتا زید کا کی حیثیت سے بھی خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

جلسہ ہائے یوم مسیح موعود ضلع شیخوپورہ

ماہ مارچ 2014ء میں ضلع شیخوپورہ کی مندرجہ ذیل جماعتوں میں جلسہ ہائے یوم مسیح موعود منعقد کئے گئے۔ جن میں مقررین نے حضرت مسیح موعود کی سیرت وسوانح، تعلیمات اور ارشادات کی روشنی میں تقاریر کیں۔ حلقہ بیت المبارک شیخوپورہ شہر، ناصر آباد شیخوپورہ شہر، ہاؤسنگ کالونی شیخوپورہ شہر، نارنگ منڈی، فاروق آباد، جھبراں، بھکی آنہ، بھکی ف، غازی اندرون، شرقپور شریف، بھینی، چک 11 یوسی، وزیراں ورکاں، کوٹ عبدالمالک، بھوئیوال، نارنگ موڑ، مریدکے، کجر، مانگا ڈوگراں، 9 چک متابہ، 79 نواں کوٹ، کالیہ نوریہ، آنبہ نوریہ، خانقاہ ڈوگراں، کلسیاں بھٹیاں، 16 چک جید، کوٹ سوہندا، ڈیرہ ڈوگراں، سچا سودا، مبارک پور، صفدر آباد، بیداد پور، تنگ احمد نگر، ٹپیالہ دوست محمد، رنگڑ ننگل، تانی چک اور چچو کی ملیاں،

اللہ تعالیٰ اس کے نیک نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم ڈاکٹر قمر احمد شہزادہ صاحب راولپنڈی تحریر کرتے ہیں۔

میرے والد مکرم شیر محمد صاحب سابق زعیم مجلس انصار اللہ حلقہ صادق آباد راولپنڈی ولد مکرم فیض محمد صاحب سابق امیر نارووال شہر مورخہ 6 مئی 2014ء کو راولپنڈی میں وفات پا گئے۔ اسی روز صبح 7:30 بجے مکرم طاہر احمد صاحب مربی سلسلہ ایوان توحید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ بیت المبارک ربوہ میں بعد نماز ظہر محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد مکرم کلیم اللہ باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ آپ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کی بیٹی مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ راولپنڈی کو بھی آپ کی بیماری میں خدمت کا موقع ملا۔ مرحوم جماعتی خدمت اور دعوت الی اللہ کا شوق رکھنے والے، نماز کے پابند، تلاوت قرآن باقاعدگی سے کرنے والے، خطبہ جمعہ سننے کی بہت پابندی کرنے والے اور خلافت سے محبت رکھنے والے تھے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

یتیم کی کفالت ایک اہم فرض

حضرت مسیح موعود کی بعثت کے وقت سے خدمت خلق کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب یتامیٰ کی پرورش اور خبرگیری کیلئے اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ یتامیٰ کے کھانے کیلئے ہوسٹل میں آٹا ختم ہو گیا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے تو فوری طور پر باوجود شدید علالت کے تانگہ منگوایا اور مخیّر دوستوں کو تحریک کر کے آٹا کا بندوبست کیا۔

اس کے بعد خلفاء احمدیت کی ہدایات اور راہنمائی میں یہ نظام چلتا رہا حتیٰ کہ مارچ 1989ء میں صدسالہ جوبلی کے مبارک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے باقاعدہ طور پر کفالت یکصد یتامیٰ کے نام سے اس تحریک کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ اس مبارک اور تاریخی موقع پر شکرانہ کے طور پر جماعت احمدیہ ایک سو یتامیٰ کی کفالت کا ذمہ اٹھانے کا عہد کرتی ہے۔ چنانچہ یتامیٰ کی خدمات کے سائے بڑھتے بڑھتے آج قریباً پانچصد فیمیلز کے 2 ہزار 7 صد یتامیٰ زیر کفالت ہیں۔

یتامیٰ کی کفالت اور پرورش میں 1۔ خورونوش 2۔ تعلیمی اخراجات 3۔ بچیوں کی شادی کے اخراجات 4۔ علاج معالجہ اور مکان کی تعمیر ومرمت اور کرایہ کے اخراجات شامل ہیں۔ جس پر کل بیس لاکھ روپے ماہوار اخراجات ہو رہے ہیں اور آمد انتہائی کم ہے۔ اس کے باعث دفتر ہذا کو مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک یتیم کی کفالت پر ایک ہزار تا تین ہزار روپے ماہوار اخراجات ہوتے ہیں۔

تمام احباب جماعت سے عموماً اور مخیّر حضرات مخلصین سے خصوصاً التماس ہے کہ اس مبارک تحریک میں بڑھ چڑھ کر شرکت فرما کر ممنون فرمائیں اور ہمارے پیارے آقاؐ کی اس پیاری حدیث کا مصداق بنیں۔ جس میں آپؐ فرماتے ہیں۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی بہترین توفیق دے۔ آمین

(سیکرٹری کمیٹی کفالت یکصد یتامیٰ دارالضیافت ربوہ)

سانحہ ارتحال

مکرم نصیر احمد صاحب النور کریانہ اینڈ جنرل سٹور ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری والدہ مکرمہ فضل بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ماسٹر شیر علی صاحب مرحوم مورخہ 4 مئی 2014ء کو بعمر 94 سال بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ 5 مئی کو بیت المبارک میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے پڑھائی اور قبرستان عام میں تدفین کے بعد محترم سلطان محمود انور صاحب ناظر رشتہ ناطہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ نے اپنے پسماندگان میں تین بیٹے، تین بیٹیاں اور متعدد نواسے نواسیاں، پوتے پوتیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

قرارداد تعزیت

بر وفات محترم مولانا محمود احمد شاہد صاحب امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ آسٹریلیا

مورخہ 25/اپریل 2014ء کو بعد از نماز مغرب وعشاء نیشنل مجلس عاملہ جماعت احمدیہ آسٹریلیا کا ایک خصوصی اجلاس بیت الہدیٰ سڈنی میں منعقد ہوا۔ تمام ممبران عاملہ نے امیر صاحب کے انتقال پر نہایت افسوس اور دکھ کا اظہار کیا۔ جماعت ایک عظیم بزرگ، شفیق ہستی اور صائب الرائے رہنما سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً 48 سال تک مختلف دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔ جس میں سرفہرست 10 سال تک صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور 23 سال تک امیر جماعت احمدیہ آسٹریلیا کی خدمات ہیں۔ آپ خلافت کے سچے مطیع، فدائی اور عاشق تھے۔ آپ کی تمام زندگی جماعت احمدیہ آسٹریلیا کے افراد کیلئے خصوصاً اور باقی جماعت کیلئے عموماً ایک مشعل راہ تھی۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

ہم ممبران مجلس عاملہ آسٹریلیا اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور امیر صاحب مرحوم کے پسماندگان سے دلی تعزیت اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ محترم مولانا احمد صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیشہ آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے اور آپ جیسے متقی اور عالم باعمل بزرگ جماعت کو ہمیشہ عطا فرماتا رہے۔ آمین

مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے محترم مولانا محمود احمد شاہد صاحب کی وفات پر قرارداد تعزیت موصول ہوئی ہیں۔ ان میں بھی آپ کی سیرت وسوانح اور خدمات دینیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆ جماعت احمدیہ جاپان

☆ جماعت احمدیہ کونگو کنشاسا

دورہ انسپکٹر روزنامہ الفضل

مکرم محمد احمد مظفر علوی صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت اور بقایاجات کی وصولی کیلئے دورہ پر ہیں تمام عہدیداران واحباب جماعت سے بھرپور تعاون کی درخواست ہے۔

(مینیجر روزنامہ الفضل)

ایم ٹی اے کے پروگرام

22 مئی 2014ء

12:45 am	ریئل ٹاک
1:35 am	دینی وفقہی مسائل
2:10 am	کڈز ٹائم
3:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 8۔اگست 2008ء
4:00 am	انتخاب سخن
5:05 am	عالمی خبریں
5:25 am	تلاوت قرآن کریم اور درس
6:05 am	الترتیل
6:35 am	جلسہ سالانہ یوکے
8:00 am	دینی وفقہی مسائل
8:45 am	فیتھ میٹرز
9:55 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
11:35 am	یسرنا القرآن
11:50 am	حضور انور کے اعزاز میں سنگاپور میں ایک استقبالیہ 26 ستمبر 2013ء
12:40 pm	حضرت عثمانؓ کی پاکیزہ زندگی
1:20 pm	جمہوریت سے انتہا پسندی تک
2:20 pm	ترجمۃ القرآن کلاس
3:25 pm	انڈونیشین سروس
4:25 pm	پشتو مذاکرہ
5:05 pm	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
5:40 pm	یسرنا القرآن
5:55 pm	Beacon of Truth (سچائی کا نور)
7:00 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 16 مئی 2014ء
8:10 pm	ہجرت
8:45 pm	Maseer-E-Shahindgan
9:20 pm	ترجمۃ القرآن کلاس
10:30 pm	یسرنا القرآن
11:00 pm	عالمی خبریں
11:25 pm	حضور انور کے اعزاز میں سنگاپور میں ایک استقبالیہ تقریب

ایکسپریس کوریئر سروس
کی جانب سے خوشخبری
برطانیہ+ جرمنی+ بیلجیئم+ ہالینڈ+ سویڈن+ امریکہ+ کینیڈا+ آسٹریلیا اور دیگر ممالک میں چھوٹے بڑے پارسل بھجوانے پر حیرت انگیز کمی
72 گھنٹے میں ڈیلیوری کی سہولت بھی ہے
یورپ کے پارسل پر ٹیکس نہ لگنے کی گارنٹی
فیصل آباد+ راولپنڈی+ اسلام آباد سے پارسل پک کرنے کی سہولت موجود ہے۔
اعلیٰ سروس ہماری پہچان
Express Courier Service
گولبازار نزد مسلم کمرشل بینک ربوہ فون: 047-6214955
شیخ زاہد محمود: 0321-7915213

درخواست دعا

۞ مکرمہ امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری نعیم اللہ باجوہ صاحب دارالعلوم شرقی مسرور ربوہ عرصہ سے ایک پیچیدہ بیماری میں مبتلا ہیں ان دنوں طبیعت قدرے زیادہ علیل ہے۔احباب سے شفائے کاملہ وعاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

۞ مکرم رضوان احمد صاحب آفس انچارج سٹی پبلک سکول ربوہ لکھتے ہیں۔

مکرم چوہدری بشارت احمد عابد چیمہ صاحب پرنسپل سٹی پبلک سکول ربوہ کی بائیں آنکھ کا کامیاب آپریشن ہوا ہے۔احباب سے ہر قسم کی پیچیدگی سے محفوظ رہنے اور شفائے کاملہ وعاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

۞ مکرم رانا محمد صدیق صاحب دارالنصر وسطی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے داماد مکرم غضنفر احمد عدنان صاحب محلّہ دارالعلوم وسطی ربوہ کی والدہ محترمہ آصفہ شریف صاحبہ زوجہ مکرم پروفیسر چوہدری محمد شریف صاحب کا ایک آپریشن 2 مئی کو شوکت خانم ہسپتال لاہور میں ہوا ہے۔موصوفہ ابھی وہیں داخل ہیں۔کمزوری اور ضعف بھی ہے۔احباب سے آپریشن کے کامیاب ہونے اور بعد کی پیچیدگیوں سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

پرنٹ لان کی بے شمار ورائٹی انتہائی کم ریٹ پر دستیاب ہیں
ورلڈ فیبرکس
ملک مارکیٹ نزد یوٹیلیٹی سٹور ریلوے روڈ ربوہ
0476-213155

وردہ فیبرکس
بوتیک کے کرتے، لان کے کرتے، عربی لان کے کرتے، یہ تمام ڈیزائن ہمارے اپنے ہیں۔
انتہائی مناسب ریٹ پر دستیاب ہے۔
چیمہ مارکیٹ بالمقابل الائیڈ بینک اقصیٰ روڈ ربوہ
0333-6711362

شمسی توانائی والا ریسٹورنٹ

چلی (Chile) میں ایک ایسا انوکھا ریسٹورنٹ موجود ہے جو صرف سورج کی روشنی سے لذیذ کھانا تیار کرتا ہے۔اس ہوٹل میں سورج کی شعاعوں سے گرم ہونے والے اوونز (Ovens) موجود ہیں، جو 180 ڈگری تک درجہ حرارت پیدا کر سکتے ہیں۔ان اوونز میں تمام اقسام کے کھانے تیار کئے جا سکتے ہیں۔یہ ریسٹورنٹ ماحول دوست انرجی سے کھانا تیار کرتا ہے جس سے ایک طرف تو ایندھن کی بچت ہوتی ہے تو دوسری طرف ماحولیاتی آلودگی میں بھی کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

(روزنامہ دنیا 25/اپریل 2014ء)

☆..........☆..........☆

زدجام عشق مردانہ طاقت کی مشہور دوا
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
NASIR ناصر
PH:047-6212434,6211434

گل احمد، Nishat، ڈیزائنر اور چکن نیز برانڈ لان دستیاب ہے
صاحب جی فیبرکس
ریلوے روڈ ربوہ: +92-476212310
www.sahibjee.com

کار برائے فروخت
ایک عدد گاڑی سوزوکی کلٹس (VXL) ماڈل 2008
صرف 38000 کلومیٹر چلی ہوئی۔اصل رنگ میں
تقریباً برائے فروخت: 0331-7798004

فاتح جیولرز
www.fatehjewellers.com
Email:fatehjeweller@gmail.com
ربوہ فون نمبر: 0476216109
موبائل 0333-6707165

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
SAHARA FOR LIFE TRUST UNO CERTIFIED NGO
ربوہ میں پہلا مکمل کولیکشن سینٹر
سہارا ڈائیگناسٹک لیبارٹری کولیکشن سنٹر
کولیکشن سنٹر کا سٹاف آپ کی خدمت کے لئے ہمہ وقت مصروفِ عمل
100% معیاری رزلٹ
☆ اب اہلیان ربوہ کو خون پیشاب اور پیچیدہ بیماریوں، ہیپاٹائٹس، PCR، آپریشن سے نکلنے والی BIOPSY کے ٹیسٹ کروانے لاہور یا بیرون شہر جانے کی ضرورت نہیں۔یہاں ٹیسٹ جمع کروائیں اور کمپیوٹرائزڈ بل حاصل کریں اور یہاں سے ہی آن لائن کمپیوٹرائزڈ رپورٹس حاصل کریں۔☆ روٹین ٹیسٹ روزانہ کی بنیاد پر کروا کے دیئے جاتے ہیں۔آج جمع کروائیں اگلے دن رپورٹ حاصل کریں۔
☆ تمام وزٹنگ کنسلٹینٹ کے تجویز کردہ ٹیسٹ کئے جاتے ہیں۔
☆ انٹرنیشنل سٹینڈرڈ لیبارٹریز کے مقابلے میں ریٹ 40% تک کم۔☆ جماعتی کارکنان کیلئے 10% تک خصوصی رعایت۔
☆ EFU- آدم جی، اسٹیٹ لائف انشورنس رکھنے والے احباب کیلئے مزید خصوصی رعایت
☆ جو مریض لیبارٹری میں نہ آ سکتے ہوں اُن کیلئے ایک فون کال پر گھر سے سیمپل لینے کی سہولت
اوقات کار صبح 8:00 بجے تا رات 10:00 بجے تک۔بروز جمعہ وقفہ 12:30 تا 1:30 بجے دوپہر۔
Ph: 0476212999
Mob: 03336700829
03337700829
پتہ: نزد فیصل بنک گولبازار ربوہ

ربوہ میں طلوع وغروب 10 مئی

طلوع فجر	3:43
طلوع آفتاب	5:13
زوال آفتاب	12:05
غروب آفتاب	6:57

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

10 مئی 2014ء

1:30 am	دینی وفقہی مسائل
2:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2014ء
3:20 am	راہ ھدیٰ
6:10 am	حضور انور کا دورہ مغربی افریقہ
7:10 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2014ء
8:15 am	راہ ھدیٰ
9:50 am	لقاء مع العرب
12:00 pm	جلسہ سالانہ جرمنی 3 جون 2012ء
1:45 pm	سوال وجواب
4:05 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2014ء
6:00 pm	انتخاب سخن Live
9:00 pm	راہ ھدیٰ Live
11:25 pm	جلسہ سالانہ جرمنی

Android Developer Required

Skylite Communications Rabwah office is in search of a talented & experienced Android Developer.

Requirements:

- Bachelors or Master degree in Computer Science
- Fresh or 1+ years of mobile Games and Application Development Experience in Android environments
- Should have some Experience on with NDK.
- Must be good in developing architecture of app according to principles of object oriented analysis and design
- Must have strong background, knowledge and proficiency in Java on Android SDK
- **Programming Languages:** C#, Java, .Net Technologies, PHP, JavaScript, C++, XML, Jason
- **Tools** : Android SDK, Eclipse J2EE IDE, visual studio, API Knowledge
- **Databases** : MySQL, Amazon RDS, Daffodil database, Amazon Simple DB (SDB), SQL LITE
- **Operating Systems** : Android, Windows

For further information contact us at 047-6215742 or send your CVs at Jobs@skylite.com

Address: Skylite Communications, 4/14, 2nd Floor Bank Al-Falah, Gole Bazar, Rabwah, Distt. Chiniot

FR-10